بیٹھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آگ بھیرو نے لگائی ہے۔ بھیرو نے اس پر جو تہمت لگائی تھی۔ اس کی اسے خاص فکر تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کسی کو اس پر یقین نہ آئے گا۔ لیکن میری خاطر سورداس یوں تباہ ہوا۔ اس کا اسے بے حد ملال تھا۔ وہ اس وقت اس کی تشفی کرنے آئی تھی۔ جگدھر کو وہاں کھڑے دیکھا تو جھجکی۔ خوف ہوا کہ کہیں یہ مجھے پکڑ نہ لے۔ جگدھر کو یہ بھیرو ہی کا دوسرا اوتار سمجھتی تھی۔ اس نے عہد کرلیا تھا کہ اب بھیرو کے گھر نہ جاؤں گی۔ الگ رہوں گی اور محنت مزدوری کر کے زندگی بسر کروں گی۔ یہاں کون لڑکے رو رہے ہیں۔ ایک میرا ہی پیٹ اسے بھاری ہے نا۔ اب اکیلے ٹھونکے اور کھائے اور بڑھیا کے پاؤں دھو دھو کر پیے۔ مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا۔ اتنے دن ہوئے کبھی اس نے اپنی طبیعت سے دھیلے کا سیندور بھی لے کر نہ دیا ہوگا تو میں ہی کیوں اس کے لیے مروں۔

وہ پیچھے لوٹنا ہی چاہتی تھی کہ جگدھر نے پکارا۔ ''سوبھاگی۔ کہاں جاتی ہے؟ دیکھی اپنے کھسم کی کرتوت۔ بے چارے سورداس کو کہیں کا نہ رکھا۔''

سوبھاگی نے سمجھا کہ مجھے جھانسہ دے رہا ہے۔ میرے پیٹ کی تھاہ لینے کے لیے یہ جال پھینکا ہے۔ طنز سے بولی۔ ''اس کے گرو تو تمہیں ہو۔ تمہیں نے منتر دیا ہوگا۔''

جگدھر: ہاں یہی میرا کام ہے۔ چوری ڈاکہ نہ سکھاؤں تو روٹیاں کیونکر چلیں؟

سوبھاگی نے پھر طنز سے کہا۔ ''کی ارات تاڑی پینے کو نہیں ملی۔ کیا؟''

جگدھر: تاڑی کے بدلے کیا اپنا ایمان بیچ دوں گا۔ جب تک سمجھا تھا بھلا آدمی ہے۔ ساتھ بیٹھتا تھا۔ ہنستا بولتا تھا۔ تاڑی بھی پی لیتا تھا۔ کچھ تاڑی کے لالچ سے نہیں جاتا تھا۔ کیا کہنا ہے آپ ایسے ہی دھرماتما تو ہیں، لیکن آج سے جو کبھی اس کے ساتھ بیٹھتے دیکھنا تو کان پکڑ لینا۔ جو آدمی دوسروں کے گھروں میں آگ لگائے۔ گریبوں (غریبوں) کے روپے چرا لے جائے، وہ اگر میرا بیٹا بھی ہو تو اس کی صورت نہ دیکھوں۔ سورداس نے نہ جانے کتنے جتن سے پانچ سو روپے اکٹھے

کیے تھے۔وہ سب اڑا لے گیا۔کہتا ہوں لوٹا دو۔تو لڑنے پر تیار ہوتا ہے!

سورداس: پھر وہی رٹ لگائے جاتے ہو۔کہہ دیا کہ میرے پاس روپے نہیں تھے کسی اور جگہ سے مارا لایا ہوگا۔میرے پاس پانچ سو روپے ہوتے تو چین کی بنسی نہ بجاتا۔دوسروں کے سامنے ہاتھ کیوں پسارتا؟

جگدھر: سورداس! اگر تم بھری گنگا میں کہو کہ میرے روپے نہیں ہیں تو میں نہ مانوں گا۔میں نے اپنی آنکھوں سے وہ تھیلی دیکھی ہے۔بھیرو نے اپنے منہ سے کہا ہے کہ یہ تھیلی جھونپڑے میں دھرن کے اوپر ملی۔تمہاری بات کیسے مان لوں؟

سوبھاگی: تم نے تھیلی دیکھی ہے؟

جگدھر: ہاں دیکھی نہیں تو کیا جھوٹ بولتا ہوں؟

سوبھاگی: سورداس سچ سچ بتا دو۔روپے تمہارے ہیں؟

سورداس: پاگل ہوگئی ہے کیا؟ ان کی باتوں میں آ جاتی ہے۔بھلا میرے پاس روپے کہاں سے آئے؟

جگدھر: ان سے پوچھو۔روپے نہ تھے تو اس وقت راکھ بٹور کر کیا ڈھونڈ رہے تھے؟

سوبھاگی نے سورداس کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھا۔اس کی حالت اس مریض کی سی تھی جو اپنے عزیزوں کی تسکین کے لیے اپنی ناقابل برداشت تکلیف کے چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔جگدھر کے قریب آ کر بولی۔''روپے ضرور تھے۔اس کا چہرہ کہے دیتا ہے۔''

جگدھر: میں نے تھیلی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔

سوبھاگی: اب چاہے وہ مجھے مارے یا نکالے، پر رہوں گی اسی کے گھر میں۔کہاں کہاں تھیلی کو چھپائے گا۔کبھی تو میرے ہاتھ لگے گی۔میرے ہی کارن ان پر یہ مصیبت پڑی ہے۔میں نے ہی اجاڑا ہے۔میں ہی بساؤں گی۔جب تک اس کے روپے نہ دلا دوں گی۔مجھے چین نہ آئے گا۔

یہ کہہ کر وہ سورداس سے بولی۔ ''تو اب رہو گے کہاں؟''

سورداس نے یہ بات سنی۔ وہ سوچ رہا تھا۔ روپے میں نے ہی تو کمائے تھے۔ کیا پھر نہیں کما سکتا؟ یہی ہوگا نا! کہ جو کام اس سال ہوتا، وہ کچھ دنوں بعد ہوگا۔ میرے روپے تھے ہی نہیں۔ شاید اس جنم میں میں نے بھیرو کے روپے چرائے ہوں گے۔ یہ اسی کا ڈنڈ ملا ہے، مگر بے چاری سبھاگی کا اب کیا حال ہوگا؟ بھیرو اسے اپنے گھر میں کبھی نہ رکھے گا۔ بے چاری کہاں کہاں ماری ماری پھرے گی؟ یہ کلنک بھی میرے سر لگنا تھا۔ کہیں کا نہ رہا۔ دھن گیا، گھر گیا۔ آبرو گئی۔ جو دھرتی بچ رہی ہے، وہ بھی نہ جانے بچے گی کہ نہیں۔ اندھا ہونا ہی کیا تھوڑی بپت تھی کہ نت نئی چپت اور پڑی رہتی ہے۔ جس کے جی میں آیا ہے، چار کھری کھوٹی سنا دیتا ہے۔

ان دکھ دینے والے خیالات سے متاثر ہو کر وہ رونے لگا۔ سوبھاگی جگدھر کے ساتھ بھیرو کے گھر کی طرف چلی جا رہی تھی اور یہاں سورداس تنہا بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ کسی طرف سے آواز آئی۔ ''تم کھیل میں روتے ہو؟''

مٹھوا گھیسو کے گھر سے روتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ شاید گھیسو نے مارا تھا۔ اس پر گھیسو اس کو چڑا رہا تھا۔ ''تم کھیل میں روتے ہو!''

سورداس کہاں تو حسرت و یاس، رنج و حرمان کے گہرے دریا میں غوطے کھا رہا تھا۔ کہاں یہ بات سنتے ہی اس کو ایسا معلوم ہوا گویا کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کنارے پر کھڑا کر دیا۔ واہ میں تو کھیل میں روتا ہوں! کتنی بری بات ہے! لڑکے بھی کھیل میں رونا برا خیال کرتے ہیں۔ رونے والے کو چڑاتے ہیں اور میں کھیل میں روتا ہوں۔ پکے کھلاڑی کبھی روتے نہیں۔ بازی پر بازی ہارتے ہیں۔ چوٹ پر چوٹ کھاتے ہیں۔ دھکے پر دھکے سہتے ہیں، پر میدان میں ڈٹے رہتے ہیں۔ ان کے تیوروں پر بل نہیں پڑتے۔ ہمت ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی۔ دل میں کدورت کا شائبہ نہیں ہوتا۔ وہ نہ تو کسی سے جلتے ہیں۔ نہ چڑتے ہیں۔ کھیل میں رونا کیسا۔ کھیل تو ہنسنے کے

لیے، دل بہلانے کے لیے ہے۔ رونے کے لیے نہیں۔''

سورداس اٹھ کھڑا ہوا اور فاتحانہ تکبر کے نشہ میں راکھ کے ڈھیر کو دونوں ہاتھوں سے اڑانے لگا۔

ہم جوش کی حالت میں مقررہ حد سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ وہ ضبط کہاں ہے جو دشمن پر فتح پانے کے بعد تلوار کو میان میں کرلے۔

ایک لمحہ میں مٹھوا گھیسو اور محلّہ کے بیسوں لڑکے آ کر اس راکھ کے ڈھیر کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور اپنے بے انتہا سوالات سے سورداس کو پریشان کر دیا۔ اس کو راکھ اڑاتے دیکھ کر ان سب کو بھی ایک مشغلہ ہاتھ آیا۔ راکھ کی بارش ہونے لگی۔ ذرا دیر میں ساری رکھ بکھر گئی اور زمین پر صرف سیاہ نشانات رہ گئے۔

مٹھوا نے پوچھا: دادا اب ہم رہیں گے کہاں؟

سورداس: دوسرا گھر بنائیں گے۔

مٹھوا: اور جو کوئی پھر آگ لگا دے۔

سورداس: تو پھر بنائیں گے۔

مٹھوا: اور جو پھر لگا دے؟

سورداس: تو ہم پھر بنائیں گے۔

مٹھوا: اور جو کوئی ہجار (ہزار) بار لگا دے؟

سورداس: تو ہم ہزار بار بنائیں گے!

لڑکوں کو گنتی سے خاص دل چسپی ہوتی ہے۔ مٹھوا نے پھر پوچھا: ''اور جو کچھ سو لاکھ بار لگائے دے؟'' سورداس نے اسی طفلانہ سادگی سے جواب دیا۔ ''تو ہم بھی سو لاکھ بار بنائیں گے۔''

جب وہاں راکھ کی ایک چٹکی بھی نہ رہی تو سب لڑکے کسی دوسرے مشغلہ کی تلاش میں دوڑے۔ آفتاب کی روشنی خوب پھیل گئی تھی۔ سورداس نے بھی لکڑی سنبھالی اور

سڑک کی طرف چلا۔ ادھر جگدھر یہاں سے نائیک رام کے پاس گیا اور وہاں بھی یہ سب حال کہہ سنایا۔ پنڈا نے کہا۔ ''میں بھیرو کے بات سے روپے وصول کروں گا۔ جاتا کہاں ہے؟ اس کی ہڈیوں سے روپے نکال کر دم لوں گا۔ اندھا اپنے منہ سے کچھ کہے یا نہ کہے۔''

جگدھر وہاں سے بجرنگی، دیاگر، ٹھاکر دین وغیرہ محلّہ کے سب چھوٹے بڑے آدمیوں سے ملا اور یہ قصہ بیان کیا۔ حسب ضرورت واقعی بات میں نمک مرچ بھی لگاتا جاتا تھا۔ سارا محلّہ بھیرو کا دشمن ہو گیا۔

سورداس تو سڑک کے کنارے راہ گیروں کے جان و مال کی خیر منا رہا تھا۔ یہاں محلّہ والوں نے اس کی جھونپڑی بنانی شروع کی۔ کسی نے پھوس دیا۔ کسی نے بانس دیئے، کسی نے دھرن دی۔ کئی آدمی جھونپڑی بنانے لگ گئے۔ جگدھر ہی اس جماعت کا خاص مشیر تھا۔ اپنی زندگی میں شاید ہی اس نے اتنا حوصلہ دکھلایا ہو۔ حسد میں صرف سیاہی نہیں ہوتی بلکہ کچھ سفیدی بھی ہوا کرتی ہے۔ شام تک جھونپڑا تیار ہو گیا۔ پہلے سے کہیں زیادہ وسیع اور مضبوط۔ جمنی مے مٹی کے دو گھڑے اور دو تین ہانڈیاں لا کر رکھ دیں۔ ایک چولہا بھی بنا دیا۔ سب نے صلاح کر رکھی تھی کہ سورداس کو جھونپڑی کے بننے کی ذرا بھی خبر نہ ہو۔ جب وہ شام کو آئے تو گھر کو دیکھ کر متعجب ہو جائے اور پوچھنے لے۔ کس نے بنایا؟ اس وقت سب لوگ کہیں کہ آپ ہی آپ تیار ہو گیا۔

(12)

پربھو سیوک طاہر علی کے ساتھ چلے تو باپ پر جھلائے ہوئے تھے۔ ''یہ مجھے کولہو کا بیل بنانا چاہتے ہیں۔ آٹھوں پہر تمباکو کے نشے میں ڈبویا پڑا ہوں۔ حکام کے آستانوں پر سجدے کروں۔ حصص فروخت کرتا پھروں۔ اخبار میں اشتہارات چھپواؤں۔ بس مجسم سگریٹ کی ڈبیہ بن جاؤں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں دولت

کمانے کی مشین نہیں ہوں۔ انسان ہوں۔ زر کی ہوس نے ابھی تک میرے جذبات کو فنا نہیں کیا۔ اگر میں اپنی خداداد طباعی سے کام نہ لوں تو یہ میری احسان فراموشی ہو گی۔ قدرت نے مجھے دولت کمانے کے لیے بنایا ہی نہیں ورنہ وہ مجھ کو یہ جذبات کیوں عطا کرتی۔ کہتے تو ہیں کہ اب مجھے روپوں کی کیا فکر۔ تھوڑے دنوں کا مہمان ہوں۔ گویا یہ سب تیاریاں میرے لیے ہو رہی ہیں! لیکن ابھی کہہ دوں کہ آپ میرے لیے یہ تکلیف نہ اٹھائیے۔ میں جس حالت میں ہوں، اسی میں خوش ہوں تو کہرام برپا ہو جائے۔ اچھی بلا گلے پڑی۔ جا کر دیہاتیوں پر رعب جمائیے۔ ان کو دھمکائیے۔ انہیں گالیاں سنائیے۔ کیوں؟ ان سب نے کوئی نئی بات نہیں کی ہے۔ کوئی ان کی جائیداد پر جبراً قبضہ کرے گا تو لڑنے پر آمادہ ہو ہی جائیں گے۔ اپنے حقوق کے تحفظ کا ان کے پاس اور کون سا ذریعہ ہے؟ آج میرے گھر پر کوئی قبضہ کرنا چاہے تو میں کبھی چپ چاپ نہ بیٹھوں گا۔ صبر تو ناامیدی کی انتہائی حالت کا نام ہے۔ جب تک ہم بالکل مجبور نہیں ہو جاتے، صبر نہیں کرتے۔ ان میاں جی کو بھی ذرا سی چوٹ آ گئی تو فریاد لے کر پہنچے۔ خوشامدی ہے۔ تملق سے اپنا اعتبار قائم کرنا چاہتا ہے۔ ان کو بھی غریبوں پر رعب جمانے کی دھن سوار ہو گی مل کر نہیں رہتے بنتی۔ پاپا کی بھی یہی خواہش کرے۔ خدا کرے سب کے سب بگڑ کھڑے ہوں۔ گودام میں آگ لگا دیں اور ان حضرت کی ایسی خبر لیں کہ وہاں سے بھاگتے ہی بنے! طاہر علی سے خفا ہو کر بولے۔ ''کیا بات ہوئی کہ سب کے سب بگڑ کھڑے ہوئے؟''

طاہر: حضور! بالکل بے سبب۔ میں تو خود ہی ان سبوں سے اپنی جان بچاتا رہتا ہوں۔

پربھو سیوک: معلول کے لیے علت کا ہونا ضروری ہے، لیکن آج معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک فلسفیانہ راز ہے۔ کیوں؟

طاہر: (بات نہ سمجھ کر) جی ہاں اور کیا۔

پربھوسیوک: جی ہاں اور کیا کے کیا معنے؟ کیا آپ بات بھی نہیں سمجھتے؟ یا بہرے پن کا مرض ہے؟ میں کہتا ہوں۔ بلا چنگاری کے آگ نہیں لگ سکتی۔ آپ فرماتے ہیں۔ جی ہاں اور کیا۔ آپ نے کہاں تک تعلیم پائی ہے؟

طاہر: (خائف ہو کر) حضور! مڈل تک تعلیم پائی تھی۔ مگر بدقسمتی سے پاس نہ ہو سکا۔ پھر بھی جو کام میں کر سکتا ہوں، اس کو مڈل پاس کر دے تو جو جرمانہ کہیے دوں۔ عرصہ تک چنگی میں محرر رہ چکا ہوں۔

پربھوسیوک: تو پھر آپ کی علمیت و فضلیت پر کسے شک ہو سکتا ہے۔ آپ کے کہنے پر مجھے مان لینا چاہیے کہ آپ خاموش بیٹھے ہوئے کتب بینی میں محو تھے یا شاید یاد الٰہی میں غرق تھے اور مخالفوں کی ایک مسلح جماعت پہنچ کر آپ پر حملے کرنے لگی۔

طاہر: حضور تو خود ہی چل رہے ہیں۔ میں کیا عرض کروں۔ تحقیقات کر لیجیے گا۔

پربھوسیوک: آفتاب کو بتلانے کے لیے چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دہقانی عموماً امن پسند ہوتے ہیں۔ جب تک انہیں بھڑکایا نہ جائے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے۔ آپ کی طرح انہیں یاد الٰہی سے روٹیاں نہیں ملتیں۔ سارا دن سر کھپاتے ہیں جب روٹیاں میسر آتی ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ پر جو کچھ بیتی اس کا سبب بھی نہیں بتلا سکتے۔ اس کے معنے اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ یا تو آپ کو خداوند تعالیٰ نے بہت موٹی عقل دی ہے یا آپ اپنا رعب جمانے کے لیے لوگوں پر بے جا دباؤ ڈالتے ہیں۔

طاہر: حضور! لڑائی کی ابتدا تو لڑکوں سے ہوئی۔ محلّہ کے کئی لڑکے میرے لڑکوں کو مار رہے تھے۔ میں نے جا کر ان سبھوں کی گوشمالی کر دی۔ بس اتنی ذرا سی بات پر لوگ چڑھ آئے۔

پربھوسیوک: خیر شکر ہے۔ آپ کے ساتھ خدا نے اس قدر بے انصافی نہیں کی جتنا میں سمجھتا تھا۔ آپ کے اور محلّہ کے لڑکوں میں مار پیٹ ہو رہی تھی۔ آپ نے اپنے

لڑکوں کے رونے کی آواز سنی اور آپ کا خون جوش میں آیا۔ دہقانوں کے لڑکوں میں اتنی جرأت کہ وہ آپ کے لڑکوں کو ماریں؟ غضب خدا کا۔ آپ کی شرافت اس کی متحمل نہ ہوسکی۔ آپ نے مصلحت، دور اندیشی، دانائی سب کو سمیٹ کر طاق پر رکھ دیا اور ان گستاخ لڑکوں کو مارنے دوڑے۔ تو اگر آپ جیسے مہذب شخص کو لڑکوں کی طفلانہ جنگوں میں مداخلت کرتے دیکھ کر اور لوگ بھی آپ کی تقلید کریں تو آپ کو شکایت نہ ہونی چاہیے۔ آپ کو دنیا میں اتنے عرصہ تک رہنے پر یہ تجربہ ہو جانا چاہیے تھا کہ لڑکوں کے بیچ میں بوڑھوں کو نہ پڑنا چاہیے۔ اس کا نتیجہ برا ہوتا ہے۔ اگر آپ کو یہ تجربہ نہ تھا تو اب سبق کے لیے آپ کو خوش ہونا چاہیے جس کے ذریعہ آپ کو ایک نہایت ضروری اور اہم تجربہ حاصل ہوا۔ اس کے لیے فریاد کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

فٹن اڑی جاتی تھی اور اس کے ساتھ طاہر علی کے ہوش بھی اڑے جاتے تھے۔ دل میں کہہ رہے تھے، میں سمجھتا تھا کہ ان حضرت میں زیادہ انسانیت ہوگی، پر دیکھتا ہوں تو یہ اپنے پدر بزرگوار سے بھی دو انگل اونچے ہیں۔ نہ ہاری مانتے ہیں نہ جیتی۔ یہ طعنے برداشت نہیں ہو سکتے۔ کچھ مفت تنخواہ نہیں دیتے۔ کام کرتا ہوں، اجرت لیتا ہوں۔ کنایۃً مجھے رذیل، احمق، جاہل، سب کچھ بنا ڈالا۔ ابھی عمر میں مجھ سے کتنے چھوٹے ہیں۔ ماہر سے دو چار سال بڑے ہوں گے مگر مجھے اس طرح آڑے ہاتھوں لے رہے ہیں۔ گویا میں نادان بچہ ہوں۔ دولت زیادہ ہونے سے کیا عقل بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ آرام سے زندگی بسر ہوتی ہے جبھی یہ باتیں سوجھ رہی ہیں۔ روٹیوں کے لیے ٹھوکریں کھانی پڑتیں تو معلوم ہو جاتا کہ تجربہ کیا چیز ہے۔ آقا کوئی بات اعتراض کے قابل دیکھے تو سمجھانے کا اس کو حق ہے۔ اس کی مجھے شکایت نہیں مگر جو کچھ ہو نرمی اور ہمدردی کے ساتھ۔ یہ نہیں زہر اگلنے لگو۔ کلیجہ کو چھلنی بنا ڈالو۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ پانڈے پور آ پہنچا۔ سور داس آج بہت خوش نظر آ رہا تھا اور روز سواریوں کے نکل جانے کے بعد دوڑتا تھا۔ آج آگے ہی سے ان کا خیر مقدم

کرتا تھا۔ فٹن دیکھتے ہی دوڑا۔ پربھوسیوک نے فٹن روک دی اور تند لہجہ میں بولے:

''کیوں سورداس! مانگتے ہو بھیک، بنتے ہو سادھو اور کام کرتے ہو بدمعاشوں کا؟ تجھے فوجداری کرنے کا حوصلہ ہوا ہے؟

سورداس: کیسی فوجداری حضور؟ میں اندھا بھلا کیا فوجداری کروں گا؟

پربھوسیوک: تمہیں نے تو محلّہ والوں کو ساتھ لے کر میرے منشی پر حملہ کیا تھا اور گودام میں آگ لگا دینے کو تیار تھے؟

سورداس: سرکار! بھگوان کی کسم پر کہتا ہوں، میں نہیں تھا۔ آپ لوگوں کا منگتا ہوں۔ جان و مال کا کلیان مناتا ہوں۔ میں کیا پھوجداری کروں گا؟

پربھوسیوک: کیوں منشی جی۔ یہ شخص سرغنہ تھا نا؟

طاہر: نہیں حضور۔ اشارہ اسی کا تھا پر یہ وہاں نہ تھا۔

پربھوسیوک: میں ان چالوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ تم جانتے ہو گے ان دھمکیوں سے یہ لوگ ڈر جائیں گے مگر ایک ایک سے چکی نہ پسوائی تو کہنا کہ کوئی کہتا تھا۔ صاحب کو تم نے کیا سمجھا ہے۔ اگر حاکموں سے جھوٹوں بھی کہہ دیں تو سارا محلّہ بندھ جائے۔ میں تمہیں جتائے دیتا ہوں۔

فٹن آگے بڑھی تو جگدھر ملا۔ خوانچہ ہتھیلی پر رکھے۔ ایک ہاتھ سے مکھیاں اڑاتا ہوا چلا جاتا تھا۔ پربھوسیوک کو دیکھتے ہی سلام کر کے کھڑا ہو گیا۔ پربھوسیوک نے پوچھا۔

''تم بھی کل فوجداری کرنے والوں میں سے تھے؟''

جگدھر: سرکار! میں ٹکے کا آدمی کیا کھا کر پھوجداری کروں گا اور بیچارے سورداس کی کیا مجال ہے کہ سرکار کے سامنے اکڑ دکھائے۔ اپنی ہی مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔ کسی نے رات کو بیچارہ کی جھونپڑی میں آگ لگا دی۔ برتن بھانڈا سب جل گیا۔ نہ جانے کس کس جتن سے کچھ روپے جٹائے تھے وہ بھی لٹ گئے۔ گریب نے ساری رات رو رو کر کاٹی ہے۔ آج ہم لوگوں نے اس کا جھونپڑا بنایا ہے۔ ابھی چھٹی

ملی ہے تو خوانچہ لے کر نکلا ہوں۔ حکم ہو تو کچھ کھلاؤں۔ کچالو خوب چٹ پٹے ہیں۔

پربھوسیوک کا جی للچا گیا۔ خوانچہ اتارنے کو کہا اور کچالو، دہی بڑے اور پکوڑیاں کھانے لگے۔ بھوک لگی تھی۔ یہ چیزیں بہت لذیذ معلوم ہوئیں۔ کہا۔ ''سور داس نے تو یہ بات مجھ سے نہیں کہی۔''

جگدھر: وہ کبھی نہ کہے گا۔ کوئی گلا بھی کاٹ ڈالے تو شکایت نہ کرے گا۔

پربھوسیوک: تب تو واقعی کوئی مہاتما ہے۔ کچھ پتہ نہ چلا کس نے جھونپڑے میں آگ لگائی تھی؟

جگدھر: سب معلوم ہو گیا ہجور! پر کیا کیا جائے کتنا کہا گیا کہ اس پر تھانہ میں رپٹ کر دے، پر وہ کہتا ہے کہ کون کسی کو پھنسائے۔ جو کچھ بھاگ میں لکھا تھا وہ ہوا۔ ہجور ساری کرتوت اس بھیرو تاڑی والے کی ہے۔

پربھوسیوک: کیسے معلوم ہوا؟ کسی نے اسے آگ لگاتے دیکھا؟

جگدھر: ہجور! وہ خود مجھ سے کہہ رہا تھا۔ روپیوں کی تھیلی لا کر دکھائی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا؟

پربھوسیوک: بھیرو کے منہ پر کہو گے؟

جگدھر: نہیں سرکار۔ خون ہو جائے گا۔

دفعتاً بھیرو سر پر تاڑی کا گھڑا رکھے آتا ہوا نظر آیا۔ جگدھر نے فوراً خوانچہ اٹھایا اور بلا پیسے لیے قدم بڑھاتا دوسری طرف چل دیا۔ بھیرو نے سامنے آ کر سلام کیا۔ پربھوسیوک نے آنکھیں دکھا کر پوچھا۔ ''تو ہی بھیرو تاڑی والا ہے نہ؟''

بھیرو: (کانپتے ہوئے) ہاں ہجور۔ میرا نام ہی بھیرو ہے؟

پربھوسیوک: تو یہاں لوگوں کے گھروں میں آگ لگاتا پھرتا ہے۔

بھیرو: ہجور! جوانی کی قسم کھاتا ہوں۔ کسی نے ہجور سے جھوٹ کہہ دیا ہے۔

پربھوسیوک: تو کل میرے گودام پر فوجداری کرنے میں شریک تھا؟

بھیرو: ہجور کا تابعدار ہوں۔ آپ سے پھوجداری کروں گا۔ منشی جی سے پوچھیے۔ جھوٹ کہتا ہوں یا سچ۔ سرکار نہ جانے کیوں سارا محلّہ مجھ سے دشمنی کرتا ہے۔ اپنے گھر میں ایک روٹی کھاتا ہوں۔ وہ بھی لوگوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ جو اندھا ہے۔ ہجور ایک ہی بد ماس ہے۔ دوسروں کی بہو بیٹیوں پر بری نگاہ رکھتا ہے۔ مانگ مانگ کر روپے جوڑے ہیں، لین دین کرتا ہے۔ سارا محلّہ اس کے کہنے میں ہے۔ اسی کے چیلے بجرنگی اہیر نے پھوجداری کی ہے۔ مال مست ہے۔ گائیں بھینسیں لگتی ہیں۔ پانی ملا ملا کر دودھ بیچتا ہے۔ اس کے سوا کس کا گردہ ہے کہ ہجور سے پھوجداری کرے۔

پربھوسیوک: اچھا! اس اندھے کے پاس روپے بھی ہیں۔

بھیرو: ہجور! بنا روپیوں کے اتنی گرمی اور کیسے ہوگی؟ جب پیٹ بھرتا ہے تبھی تو بہو بیٹیوں پر نگاہ ڈالنے کی سوجھتی ہے۔

پربھوسیوک: بیکار کیوں بکتا ہے؟ اندھا آدمی کیا بری نگاہ ڈالے گا؟ میں نے تو سنا ہے کہ وہ بہت سیدھا سادہ آدمی ہے۔

بھیرو: آپ کا کتا آپ کو تھوڑا ہی کاٹتا ہے۔ آپ تو اس کی پیٹھ سہلاتے ہیں۔ پر جنہیں کاٹنے کو دوڑتا ہے وہ تو اس کو اتنا سیدھا نہ سمجھیں گے۔

اتنے میں بھیرو کی دکان آ گئی۔ کئی گاہک اس کی راہ دیکھ رہے تھے۔ وہ اپنی دکان میں چلا گیا۔ اس وقت پربھوسیوک نے طاہر علی سے کہا۔ ''آپ کہتے ہیں سارا محلّہ مجھے مل کر مارنے آیا تھا۔ مجھے اس پر یقین نہیں آتا۔ جہاں لوگوں میں اتنی نا اتفاقی اور ناچاقی ہے وہاں اس قدر اتفاق ہونا غیر ممکن ہے۔ دو آدمی ملے۔ دونوں ایک دوسرے کے دشمن۔ اگر آپ کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس باہم ناچاقی سے حسب مرضی فائدہ اٹھاتا۔ ان کو آپس میں لڑا کر دور سے تماشا دیکھتا۔ مجھے تو ان لوگوں پر غصہ کی بجائے رحم آتا ہے۔''

بجرنگی کا گھر ملا۔ تیسرا پہر ہو گیا تھا۔ وہ بھینسوں کی ناند میں پانی ڈال رہا تھا۔ فٹن پر طاہر علی کے ساتھ پربھوسیوک کو بیٹھے دیکھا تو سمجھ گیا۔ میاں جی اپنے مالک کو لے کر رعب جمانے آئے ہیں۔ جانتے ہیں کہ اس طرح میں دب جاؤں گا۔ صاحب امیر ہوں گے تو اپنے گھر کے ہوں گے۔ مجھے کایل (قائل) کر دیں تو ابھی جو جرمانہ (جرمانہ) لگا دیں، دینے کو تیار ہوں لیکن جب میرا کوئی قصور نہیں بلکہ قصور سولہوں آنے میاں ہی کا ہے تو میں کیوں دبوں۔ نیائے سے دبا لیں پد (عہدہ) سے دبا لیں، پرپھکی سے دبنے والے کوئی اور ہوں گے۔''

طاہر علی نے اشارہ کیا۔ یہی بجرنگی ہے۔ پربھوسیوک نے مصنوعی غصہ دکھا کر کہا۔

''کیوں بے کل کے ہنگامے میں تو بھی شریک تھا؟''

بجرنگی: سریک کس کے ساتھ تھا؟ میں اکیلا تھا۔

پربھوسیوک: تیرے ساتھ سورداس اور محلّہ کے دوسرے لوگ نہ تھے؟ جھوٹ بولتا ہے؟

بجرنگی: جھوٹ نہیں بولتا۔ کسی کا دبیل نہیں ہوں۔ میرے ساتھ نہ سورداس تھا اور نہ محلّہ کا دوسرا آدمی۔ میں اکیلا تھا۔

گھیسو نے ہانک لگائی۔ ''پادڑی! پادڑی!''

مٹھو الو لا۔ ''پادڑی آیا۔ پادڑی آیا۔''

دونوں اپنے ہم جولیوں کو یہ خوش خبری سنانے دوڑے۔ ''پادڑی گائے گا، تصویریں دکھائے گا، کتابیں دے گا، مٹھائیاں اور پیسے بانٹے گا۔'' لڑکوں نے سنا تو وہ بھی اس لوٹ کا مال بٹانے کو دوڑے۔ ایک لمحہ میں وہاں بیسیوں لڑکے جمع ہو گئے۔ شہر کے دور افتادہ محلوں میں انگریزی لباس والا پادڑی کا مترادف ہے۔ نایک رام بھنگ پی کر بیٹھے ہوئے تھے۔ پادری کا نام سنتے ہی اٹھے۔ ان کی بے سری تانوں میں انہیں خاص مزہ ملتا تھا۔ ٹھاکر دین نے بھی دکان چھوڑ دی۔ انہیں

پادریوں سے مذہبی مباحثہ کرنے کی عادت تھی۔ اپنی مذہبی واقفیت کے اظہار کے ایسے عمدہ موقعوں کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ دیا گر بھی آ پہنچے لیکن جب لوگ فٹن کے پاس پہنچے اس وقت بھید کھلا۔ پربھوسیوک بجرنگی سے کہہ رہے تھے۔ تمہاری شامت نہ آئے ورنہ صاحب تم کو تباہ کر دیں گے۔ کسی کام کے نہ رہو گے۔ تمہاری اتنی مجال!

بجرنگی اس کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ نائیک رام نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''اس پر کیوں بگڑتے ہیں فوجداری میں نے کی ہے۔ جو کہنا ہو مجھ سے کہیے۔''

پربھوسیوک نے متحیر ہو کر پوچھا۔ ''تمہارا کیا نام ہے؟''

نائیک رام کو کچھ تو راجہ مہیندر کمار کی نوازش، کچھ بھنگ کی ترنگ اور کچھ اپنی طاقت کے زعم نے گستاخ بنا دیا تھا۔ لاٹھی سیدھی کرتا ہوا بولا۔ ''لٹھ مار پانڈے!''

اس جواب میں شیخی کی جگہ ظرافت کی فراوانی تھی۔ پربھوسیوک کا مصنوعی غصہ ہوا ہو گا۔ ہنس کر بولے۔ ''تب تو یہاں ٹھہرنے میں خیریت نہیں ہے۔''

نائیک رام اکھڑ آدمی تھا۔ پربھوسیوک کے مطلب کو نہ سمجھ سکا۔ اسے خیال ہوا کہ یہ میری ہنسی اڑا رہے ہیں گویا کہہ رہے ہیں کہ ''تمہاری بکواس سے کیا ہوتا ہے۔ ہم زمین لیں گے اور ضرور لیں گے۔'' ذرا بگڑ کر بولا۔ ''آپ ہنستے کیا ہیں؟ کیا سمجھ رکھا کہ اندھے کی جمین (زمین) سہج ہی مل جائے گی؟ اس دھوکے میں نہ رہیے گا۔''

پوبھوسیوک کو بھی اب غصہ آیا۔ پہلے انہوں نے سمجھا تھا کہ نائیک رام مذاق کر رہا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ وہ واقعی لڑنے پر آمادہ ہے۔ بولے۔ ''اس دھوکے میں نہیں ہوں۔ مشکلات کو خوب جانتا ہوں۔ اب تک بھروسہ تھا کہ سمجھوتہ سے ساری باتیں طے ہو جائیں گی۔ اسی لیے آیا تھا، لیکن تمہاری خواہش کچھ اور ہو تو وہی سہی۔ اب تک میں تمہیں کمزور سمجھتا تھا اور کمزوروں پر اپنی طاقت کو استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا،

لیکن آج جانا کہ تم زبردست ہو۔ تمہیں اپنی طاقت پر غرور ہے اس لیے اب ہم بھی تم کو اپنی طاقت دکھائیں تو اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے۔''

ان الفاظ میں نیک نیتی جھلک رہی تھی۔ ٹھاکر دین نے کہا۔ ''حجور! پنڈا جی کی باتوں کا خیال نہ کریں۔ ان کی عادت ہی ایسی ہے جو کچھ منہ میں آیا بک ڈالتے ہیں۔ ہم لوگ آپ کے تابعدار ہیں۔''

نایک رام: آپ دوسروں کے بل پر کودتے ہوں گے۔ یہاں اپنے ہاتھوں کے بل کا بھروسہ رکھتے ہیں۔ آپ لوگوں کے دل میں جو ارمان ہو نکال ڈالیے۔ پھر نہ کہنا کہ دھوکے میں وار کیا (آہستہ سے) ایک ہی ہاتھ میں ساری کرستانی نکل جائے گی۔

پربھوسیوک: کیا کہا؟ ذرا زور سے کیوں نہیں کہتے؟

نایک رام: (کچھ ڈر کر) کہہ تو رہا ہوں۔ جو ارمان ہو نکال ڈالیے۔

پربھوسیوک: نہیں تم نے کچھ اور کہا ہے۔

نایک رام: جو کچھ کہا ہے وہی پھر کہہ رہا ہوں کسی کا ڈر نہیں ہے۔

پربھوسیوک: تم نے گالی دی ہے؟

یہ کہتے ہوئے پربھوسیوک فٹن سے نیچے اتر پڑے۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ نتھنے پھڑک اٹھے۔ سارا جسم تھرتھرانے لگا۔ ایڑیاں اس طرح اچھل رہی تھیں گویا کسی ابلتی ہوئی ہانڈی کا ڈھکنا ہیں۔ چہرہ کی حالت تبدیل ہوگئی۔ ان کے ہاتھ میں صرف ایک پتلی سی چھڑی تھی۔ فٹن سے اترتے ہی وہ جھپٹ کر نایک رام کے گلے پر پہنچ گئے۔ اس کے ہاتھ سے لاٹھی چھین کر پھینک دی اور متواتر کئی بیت لگائے۔ نایک رام دونوں ہاتھوں سے واروں کو روکتا ہوا پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا اس کے اوسان خطا ہو گئے ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ شریف لوگ مار کھا کر چاہے چپ ہو جائیں، پر گالی نہیں برداشت کر سکتے۔ کچھ پشیمانی، کچھ حملہ کی تیزی، کچھ

انجام کا خوف، ان باتوں نے اس کو وار کرنے کی مہلت نہ دی۔ لگاتار واروں سے وہ چوندھیا سا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پربھوسیوک اس کے جوڑ کے نہ تھے مگر اس میں وہ پاک ہمت، وہ حق بجانب ہونے کی بات نہ تھی جس کو تعداد اور اسلحہ اور طاقت کی پروا نہیں ہوتی۔

اور لوگ بھی بدحواس سے کھڑے تھے۔ کسی نے بیچ بچاؤ تک نہ کیا۔ بجرنگی نائیک رام کے پسینہ کی جگہ خون بہانے والوں میں تھا۔ دونوں ساتھ کھیلے اور ایک ہی اکھاڑے میں لڑے تھے۔ ٹھاکر دین اور کچھ نہ کر سکتا تھا تو پربھوسیوک کے سامنے کھڑا ہو سکتا تھا لیکن دونوں کے دونوں گم صم سے تکتے رہے۔ یہ سب کچھ پلک مارنے میں ہو گیا۔ پربھوسیوک ابھی تک بیت مارتے جاتے تھے۔ جب دیکھا کہ چھڑی سے کوئی اثر نہیں ہو رہا تو ٹھوکر لگانی شروع کی۔ یہ چوٹ کارگر ہوئی۔ دو ہی تین ٹھوکریں پڑیں تھیں کہ نائیک رام ران میں چوٹ کھا کر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی بجرنگی نے دوڑ کر پربھوسیوک کو ہٹا دیا اور بولا۔ ''بس صاحب بس۔ اب اس میں خیریت ہے کہ آپ چلے جائیے، نہیں تو خون ہو جائے گا۔''

پربھوسیوک: ہم کو کوئی چڑکٹا سمجھ لیا ہے۔ بدمعاش! خون پی لوں گا۔ گالی دیتا ہے۔

بجرنگی: بس اب بہت نہ بڑھیے۔ یہ اسی گالی کا پھل ہے کہ آپ یوں کھڑے ہیں۔ نہیں تو اب تک نہ جانے کیا ہو گیا ہوتا۔

پربھوسیوک جنون کے درجہ سے گزر کر مصلحت کے درجہ میں پہنچ چکے تھے۔ جا کر فٹن میں بیٹھ گئے اور گھوڑے کو چابک ماری۔ گھوڑا ہوا ہو گیا۔

بجرنگی نے جا کر نائیک رام کو اٹھایا۔ گھٹنوں میں بہت چوٹ آئی تھی۔ کھڑا نہ ہوا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ بجرنگی کا کندھا پکڑ کر آہستہ آہستہ لنگڑاتے ہوئے گھر چلے۔

ٹھاکر دین نے کہا۔ ''نا یک رام! بھلا مانو یا برا، بھول تمہاری تھی۔ یہ لوگ گالی نہیں سہہ سکتے۔

نا یک رام: ارے تو میں نے گالی کب دی تھی۔ بھائی میں نے تو یہی کہا تھا کہ ایک ہی ہاتھ میں کرستانی نکل جائے گی۔ بس اسی پر بگڑ گیا۔

جمنی اپنے دروازہ پر کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ آ کر بجرنگی کو کوسنے لگی۔ ''کھڑے منہ تاکتے رہے اور لونڈا مار پیٹ کر چلا گیا۔ ساری پہلوانی دھری رہ گئی۔''

بجرنگی: میں تو جیسا گھبرا گیا۔

جمنی: چپ بھی رہو۔ لاج نہیں آتی۔ ایک لونڈا آ کر سب کو پچھاڑ گیا۔ یہ تم لوگوں کے گھمنڈ کا ڈنڈ ہے۔

ٹھاکر دین: بہت سچ کہتی ہو جمنا۔ یہ تماشا دیکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ بھگوان کو ہمارے گرور (غرور) کی سجا (سزا) دینی تھی۔ نہیں تو کیا ایسے ایسے جودھا کٹھ پتلیوں کی طرح کھڑے رہتے۔ بھگوان کسی کا گھمنڈ نہیں رکھتے۔

نا یک رام: یہی بات ہوگی۔ میں اپنے گھمنڈ میں کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔

یہ باتیں کرتے ہوئے لوگ نا یک رام کے گھر آئے۔ کسی نے آگ جلائی۔ کوئی ہلدی پیسنے لگا۔ ذرا دیر میں محلّہ کے اور لوگ آ کر جمع ہو گئے۔ سب کو تعجب تھا کہ نا یک رام جیسا پھنکیت اور لٹھ باز کس طرح زک کھا گیا۔ کہاں سینکڑوں کے بیچ سے بے داغ نکل آتا تھا۔ کہاں ایک چھوکرے نے لٹھاڑ ڈالا۔ بھگوان کی مرضی!

جگدھر ہلدی کی لیپ کرتا ہوا بولا۔ ''یہ ساری آگ بھیرو کی لگائی ہوئی ہے۔ اس نے راستہ ہی میں صاحب کے کان بھر دیئے تھے۔ میں نے تو دیکھا کہ اس کی جیب میں پستول بھی تھا۔''

نا یک رام: پستول اور بندوق سب دیکھوں گا۔ اب تو لاگ پڑ گئی ہے۔

ٹھاکر دین: کوئی انسٹھان کروا دیا جائے۔

جگدھر: انسٹھان کا کرستانوں پر کچھ بس نہیں چلتا۔

نا یک رام: اسے بیچ بازار میں فٹن روک کر ماروں گا۔ پھر کہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہے گا۔ اب من میں یہی ٹھن گئی ہے۔ اسی وقت بھیرو بھی آ کر کھڑا ہو گیا۔ نا یک رام نے طنزاً کہا۔ ''تم کو تو بڑی خوشی ہوئی ہو گی۔ بھیرو؟''

بھیرو: کیوں بھیا؟

نا یک رام: مجھ پر مار پڑ رہی ہے نا۔

بھیرو: کیا میں تمہارا دشمن ہوں بھیا۔ میں نے تو ابھی دکان پر سنا۔ پوش اڑ گئے۔ صاحب دیکھنے میں بہت سیدھا سادہ معلوم ہوتا تھا۔ مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کیں۔ یہاں آ کر نہ جانے کون بھوت اس کے سر پر سوار ہو گیا؟

نا یک رام: اس کو بھوت میں اتار دوں گا۔ اچھی طرح اتار دوں گا۔ ذرا کھڑا تو ہونے دو۔ ہاں۔ یہاں جو کچھ رائے ہو اس کی کھبر وہاں نہ ہونے پائے۔ نہیں تو چوکنا ہو جائے گا۔

بجرنگی: یہاں ہمارا کون ایسا بیری بیٹھا ہوا ہے؟

جگدھر: یہ نہ کہو۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ کون جانے کوئی آدمی سابا سی لوٹنے کے لیے انعام لینے کے لیے یا سرکھرو (سرخرو) بننے کے لیے ساری باتیں لگا آئے۔

بھیرو: مجھی پر شک کر رہے ہو تو میں اتنا نیچ نہیں ہوں کہ گھر کا بھید دوسروں سے کھولتا پھروں۔ اس طرح چار آدمی ایک جگہ رہتے ہیں تو آپس میں کھٹ پٹ ہو ہی جاتی ہے، لیکن اتنا کمینہ نہیں ہوں کہ بھبھیکن کی طرح اپنے بھائی کے گھر آگ لگوا دوں۔ کیا اتنا نہیں جانتا کہ مرنے جینے میں، بپت سمپت میں محلّہ ہی کے لوگ کام آتے ہیں۔ کبھی کسی کے ساتھ بسواس گھات کیا ہے؟ پنڈا جی ہی کہہ دیں کہ میں نے کبھی ان کی بات دو لکھی ہے۔ ان کی آڑ نہ ہوتی تو پولیس نے اب تک مجھے کب کا

لدوا دیا ہوتا نہیں تو رجسٹر میں نام تک نہیں ہے۔

نا یک رام: بھیرو! تم نے وقت پڑنے پر کبھی ساتھ نہیں چھوڑا، اتنا تو ماننا ہی پڑے گا۔

بھیرو: پنڈا جی تمہارا حکم ہو تو آگ میں کود پڑوں۔

اتنے میں سورداس بھی آ پہنچا۔ سوچتا آتا تھا کہ آج کھانا کہاں بناؤں گا۔ اس کی کیا فکر ہے۔ بس نیم کے پیڑ کے نیچے بائیاں لگاؤں گا۔ گرمی کے تو دن ہیں۔ کون سا پانی برس رہا ہے۔ اسی سوچ بچار میں وہ جوں ہی بجرنگی کے دروازہ پر پہنچا۔ جمنی نے آج کا سارا حال کہہ سنایا۔ ہوش اڑ گئے۔ اپلے ایندھن کی سدھ نہ رہی۔ سیدھے نا یک رام کے یہاں پہنچا۔ بجرنگی نے کہا۔ ''آؤ سورداس! بڑی دیر لگائی۔ کیا ابھی چلے آتے ہو؟ آج تو یہاں بڑا گول مال ہو گیا۔''

سورداس: ہاں۔ جمنا نے ابھی مجھ سے کہا۔ میں تو سنتے ہی ٹھک سے رہ گیا۔

بجرنگی: ہونہار تھی اور کیا۔ ہے تو لونڈا پر ہمت کا پکا ہے جب تک ہم لوگ ہاں ہاں کریں تب تک فٹن پر سے کود ہی تو پڑا اور لگا ہاتھ پر ہاتھ چلانے۔

سورداس: تم لوگوں نے پکڑ بھی نہ لیا؟

بجرنگی: سنتے تو ہو۔ جب تک دوڑیں تب تک تو اس نے ہاتھ چلا ہی دیا۔

سورداس: بڑے آدمی گالی سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

جگدھر: جب بیچ بازار (بازار) میں بے بھاؤ کی پڑیں گی تب روئیں گے۔ ابھی تو پھولے نہ سماتے ہوں گے۔

بجرنگی: جب چوک میں نکلے تو گاڑی روک کر جوتوں سے ماریں۔

سورداس: ارے اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اسکے آبرو بگاڑنے سے کیا ملے گا؟

نا یک رام: تو میں یونہی چھوڑ دوں گا۔ ایک ایک بیت کے بدلے اگر سو سو جوتے نہ لگاؤں تو میرا نام نا یک رام نہیں۔ یہ چوٹ میرے بدن میں نہیں کلیجہ پر لگی ہے۔

میں بڑوں بڑوں کا سر نیچا کر چکا ہوں، انہیں مٹاتے کیا دیر لگتی ہے۔ (چٹکی بجا کر) اس طرح اڑا دوں گا۔

سورداس: بیر بڑھانے سے کچھ پھائدہ (فائدہ) نہ ہوگا۔ تمہارا تو کچھ نہ بگڑے گا، پر محلّہ کے سب آدمی بندھ جائیں گے۔

نا یک رام: کیسی پاگلوں سی باتیں کرتے ہو۔ میں کوئی دھنیا چمار ہوں کہ اتنی بے عزتی کرا کے چپ ہو جاؤں۔ تم لوگ سورداس کو قایل کیوں نہیں کرتے جی؟ کیا چپ ہو کے بیٹھ رہوں؟ بولو بجرنگی! تم لوگ بھی ڈر رہے ہو کہ وہ کرسٹان سارے محلّہ کو پیس کر پی جائے گا؟

بجرنگی: اوروں کو تو میں نہیں کہتا، لیکن میرا بس چلے تو اس کے ہاتھ پیر توڑ دوں۔ چاہے جیل ہی کیوں نہ کاٹنا پڑے۔ یہ تمہاری ہی بے اجتی (بے عزتی) نہیں ہے۔ محلّہ بھر کے منہ میں کالک لگ گئی ہے!

بھیرو: بس تم نے تو میرے منہ سے بات چھین لی۔ کیا کہوں اس بکھت (وقت) نہ تھا نہیں تو ہڈی توڑ ڈالتا۔

جگدھر: پنڈا جی۔ منہ دیکھی نہیں کہتا۔ تم چاہے دوسروں کے کہنے سننے میں آ جاؤ، لیکن میں بنا اس کی مرمت کیے نہ مانوں گا۔

اس پر کئی آدمیوں نے کہا۔ ''مکھیا کی اجت گئی تو سب کی گئی۔ وہی تو کرسٹان ہیں جو گلی گلی عیسیٰ مسیح کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔ دومڑا، چمار جو گرجا میں جا کھانا کھائے، وہی کرسٹان ہو جاتا ہے۔ وہی پیچھے کوٹ پتلون پہن کر صاحب بن جاتے ہیں۔''

ٹھاکر دین: میری تو صلاح یہی ہے کہ کوئی انسٹھان کرا دیا جائے۔

نا یک رام: اب بتاؤ سورداس! تمہاری بات مانوں یا اتنے آدمیوں کی؟ تمہیں ڈر ہوگا کہ کہیں میری دھرتی پر آنچ نہ آ جائے تو اس سے تم نچنت رہو۔ راجہ صاحب نے

جو بات کہہ دی اسے پتھر کی لکیر سمجھو۔ صاحب سر رگڑ کر مر جائیں گے تو بھی اب اس دھرتی کو نہیں پا سکتے۔

سورداس: دھرتی کی مجھے چنتا نہیں ہے۔ مروں گا تو سر پر لاد چھوڑا ہی جاؤں گا مگر آخر میں سارا پاپ میرے ہی سر پڑے گا۔ میں ہی تو اس سارے توپھان (طوفان) کی جڑ ہوں۔ میرے ہی کارن تو یہ رگڑ جھگڑ مچی ہوئی ہے۔ نہیں تو صاحب کو تم سے کون دشمنی تھی۔

نائیک رام: یارو سورداس کو سمجھاؤ۔

جگدھر: سورداس سوچو ہم لوگوں کی کتنی بے آبروئی ہوئی ہے۔

سورداس: آبرو کا بنانے بگاڑنے والا آدمی نہیں ہے۔ بھگوان ہے۔ اس کی نگاہ میں آبرو بنی رہنی چاہیے۔ آدمیوں کی نگاہ میں آبرو کی پرکھ کہاں ہے۔ جب سود کھانے والا بنیا اور گھوس کھانے والا حاکم اور جھوٹ بولنے والا گواہ بے آبرو نہیں سمجھا جاتا۔ لوگ ان کا آدر مان کرتے تو یہاں سچی آبرو کی قدر کرنے والا کوئی ہے ہی نہیں۔

بجرنگی: تم سے کچھ مطلب نہیں۔ ہم لوگ جو چاہیں گے، وہ کریں گے۔

سورداس: اگر تم میری بات نہ مانو گے تو میں جا کر صاحب سے سارا ماجرا کہہ سناؤں گا۔

نائیک رام: اگر تم نے ادھر پیر رکھا تو یاد رکھنا، وہیں کھود کر گاڑ دوں گا۔ اندھا اپاہج سمجھ کر تمہاری مروت کرتا ہوں، نہیں تو تم ہو کس کھیت کی مولی۔ کیا تمہارے کہنے سے اپنی عزت گنوا دوں۔ باپ دادوں کے منہ میں کالک لگوا دوں۔ بڑے آئے ہو وہاں سے گیانی بن کے، تم بھیک مانگتے ہو۔ تمہیں اپنی عزت کی فکر نہ ہو۔ یہاں تو آج تک پیٹھ میں دھول نہیں لگی۔

سورداس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ چپکے سے اٹھا اور مندر کے چبوترہ پر جا کر